تفہیم القرآن

یٰسٓ

نام | آغاز ہی کے دو حرفوں کو اس سورے کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول | اندازِ بیان پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اس سورے کا زمانۂ نزول یا تو مکہ کے دَورِ متوسط کا آخری زمانہ ہے، یا پھر یہ زمانۂ قیامِ مکہ کے آخری دَور کی سورتوں میں سے ہے۔

موضوع و مضمون | کلام کا مدّعا کفارِ قریش کو نبوتِ محمدی پر ایمان نہ لانے اور ظلم و استہزاء سے اس کا مقابلہ کرنے کے انجام سے ڈراتا ہے۔ اس میں اِنذار کا پہلو غالب اور نمایاں ہے مگر بار بار اِنذار کے ساتھ استدلال سے تفہیم بھی کی گئی ہے۔

استدلال تین امور پر کیا گیا ہے:

توحید پر آثارِ کائنات اور عقلِ عام سے،

آخرت پر آثارِ کائنات، عقلِ عام اور خود انسان کے اپنے وجود سے،

اور رسالتِ محمدی کی صداقت پر اس بات سے کہ آپ تبلیغِ رسالت میں یہ ساری مشقت محض بے غرضانہ برداشت کر رہے تھے، اور اس امر سے کہ جن باتوں کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دے رہے تھے وہ سراسر معقول تھیں اور انہیں قبول کرنے میں لوگوں کا اپنا بھلا تھا۔

اس استدلال کی قوت پر زجر و توبیخ اور ملامت و تنبیہ کے مضامین نہایت زوردار طریقہ سے بار بار ارشاد ہوتے ہیں تاکہ دلوں کے قفل ٹوٹیں اور جن کے اندر

قبولِ حق کی تھوڑی سی صلاحیت بھی ہو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور طبرانی وغیرہ نے مَعقل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یٰسٓ قلب القراٰن یعنی یہ سورۃ قرآن کا دل ہے۔ یہ اُسی طرح کی تشبیہ ہے جس طرح سورۂ فاتحہ کو ام القرآن فرمایا گیا ہے۔ فاتحہ کو ام القرآن قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اُس میں قرآن مجید کی پوری تعلیم کا خلاصہ آگیا ہے۔ اور یٰسٓ کو قرآن کا دھڑکتا ہوا دل اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ قرآن کی دعوت کو نہایت پُر زور طریقے سے پیش کرتی ہے جس سے جمود ٹوٹتا اور روح میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔

انہی حضرت معقل بن یسار سے امام احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اقرءوا سورۃ یٰسٓ علی موتاکم "یہ اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو"۔ اس کی مصلحت یہ ہے کہ مرتے وقت مسلمان کے ذہن میں نہ صرف یہ کہ تمام اسلامی عقائد تازہ ہو جائیں، بلکہ خصوصیت کے ساتھ اُس کے سامنے عالمِ آخرت کا پورا نقشہ بھی آجائے اور وہ جان لے کہ حیاتِ دنیا کی منزل سے گزر کر اب آگے کن منزلوں سے اس کو سابقہ پیش آنے والا ہے۔ اس مصلحت کی تکمیل کے لیے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر عربی داں آدمی کو سورۂ یٰسٓ سنانے کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی سنا دیا جائے تاکہ تذکیر کا حق پوری طرح ادا ہو جائے۔

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

یٰسٓ [1]۔ قسم ہے قرآنِ حکیم کی کہ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو [2]، سیدھے راستے پر

---

[1] ابن عباس، عکرمہ، ضحاک، حسن بصری اور سفیان بن عُیَیْنَہ کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں "اے انسان" یا "اے شخص"۔ اور بعض مفسرین نے اسے "یا سید" کا مخفف بھی قرار دیا ہے۔ اس تاویل کی

ہو، (اور یہ قرآن) غالب اور رحیم ہستی کا نازل کردہ ہے[۳] تاکہ تم خبردار کرو ایک ایسی قوم کو

رُو سے ان الفاظ کے مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

سے اس طرح کلام کا آغاز کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت میں کوئی شک تھا اور آپ کو یقین دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ کو یہ بات فرمانے کی ضرورت پیش آئی۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت کفار قریش پوری شدت کے ساتھ حضورؐ کی نبوت کا انکار کر رہے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے کسی تمہید کے بغیر تقریر کا آغاز ہی اس فقرے سے فرمایا کہ "تم یقیناً رسولوں میں سے ہو"، یعنی وہ لوگ سخت غلط کار ہیں جو تمہاری نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ پھر اس بات پر قرآن کی قسم کھائی گئی ہے، اور قرآن کی صفت لفظِ "حکیم" سے بیان کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے نبی ہونے کا کھلا ہوا ثبوت یہ قرآن ہے جو سراسر حکمت سے لبریز ہے۔ یہ چیز خود شہادت دے رہی ہے کہ جو شخص ایسا حکیمانہ کلام پیش کر رہا ہے وہ یقیناً خدا کا رسول ہے۔ کوئی انسان ایسا کلام تصنیف کر لینے پر قادر نہیں ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لوگ جانتے ہیں وہ ہرگز اس غلط فہمی میں نہیں پڑ سکتے کہ یہ کلام آپ خود گھڑ گھڑ کر لا رہے ہیں، یا کسی دوسرے انسان سے سیکھ سیکھ کر سنا رہے ہیں۔ (اس مضمون کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، صفحات ۲۷۲ تا ۲۷۴۔ ۲۸۵ تا ۲۸۶۔ ۶۴۱ تا ۶۴۳۔ جلد سوم، صفحات ۳۱۷ تا ۳۱۸۔ ۴۷۶۔ ۶۰۲۔ ۶۳۹ تا ۶۴۲۔ ۶۶۵ تا ۶۷۰۔ ۷۱۱ تا ۷۱۳۔ ۷۲۴ تا ۷۲۸۔ ۷۳۰ تا ۷۳۲)

سے یہاں قرآن کے نازل کرنے والے کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ غالب اور زبردست ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ رحیم ہے۔ پہلی صفت بیان کرنے سے مقصود اس حقیقت پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ قرآن کسی بے زور ناصح کی نصیحت نہیں ہے جسے تم نظر انداز کر دو تو تمہارا کچھ نہ بگڑے بلکہ یہ اس مالکِ کائنات کا فرمان ہے جو سب پر غالب ہے، جس کے فیصلوں کو نافذ ہونے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی، اور جس کی پکڑ سے بچ جانے کی قدرت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اور دوسری صفت بیان کرنے سے مقصود یہ احساس دلانا ہے کہ یہ سراسر اس کی مہربانی ہے کہ اس نے تمہاری

جس کے باپ دادا خبردار نہ کیے گئے تھے اور اس وجہ سے وہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں ۔

ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنا رسول بھیجا اور یہ کتاب عظیم نازل کی تاکہ تم گمراہیوں سے بچ کر اس راہ راست پر چل سکو جس سے تمہیں دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل ہوں۔

۵ اس آیت کے دو ترجمے ممکن ہیں۔ ایک وہ جو اوپر متن میں کیا گیا ہے۔ دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "تم ڈراؤ ایک قوم کے لوگوں کو اسی بات سے جس سے ان کے باپ دادا ڈرائے گئے تھے، کیونکہ وہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں"۔ پہلا مطلب اگر لیا جائے تو باپ دادا سے مراد زمانۂ قریب کے باپ دادا ہوں گے کیونکہ زمانہ بعید میں تو عرب کی سرزمین میں متعدد انبیاء آ چکے تھے۔ اور دوسرا مطلب اختیار کرنے کی صورت میں مراد یہ ہو گی کہ قدیم زمانے میں جو پیغام انبیاء کے ذریعہ سے اس قوم کے آباؤ اجداد کے پاس آیا تھا اس کی اب پھر تجدید کرو، کیونکہ یہ لوگ اسے فراموش کر گئے ہیں۔ اس لحاظ سے دونوں ترجموں میں درحقیقت کوئی تضاد نہیں ہے اور معنی کے لحاظ سے دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

اس مقام پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قوم کے اسلاف پر جو زمانہ ایسا گزرا تھا جس میں کوئی خبردار کرنے والا ان کے پاس نہیں آیا، اس زمانے میں اپنی گمراہی کے وہ کس طرح ذمہ دار ہو سکتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی نبی دنیا میں بھیجتا ہے تو اس کی تعلیم و ہدایت کے اثرات دور دور تک پھیلتے ہیں اور نسلاً بعد نسلٍ چلتے رہتے ہیں۔ یہ آثار جب تک باقی رہیں اور نبی کے پیروؤں میں جب تک ایسے لوگ اٹھتے رہیں جو ہدایت کی شمع روشن کرنے والے ہوں، اس وقت تک زمانے کو ہدایت سے خالی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور جب اس نبی کی تعلیم کے اثرات بالکل مٹ جائیں یا ان میں مکمل تحریف ہو جائے تو دوسرے نبی کی بعثت ناگزیر ہو جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں حضرت ابراہیم و اسماعیل اور حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی تعلیم کے اثرات ہر طرف پھیلے ہوئے تھے اور وقتاً فوقتاً ایسے لوگ اس قوم میں اٹھتے رہے تھے، یا باہر سے آتے رہے تھے جو ان اثرات کو تازہ کرتے رہتے تھے۔ جب یہ اثرات مٹنے کے قریب ہو گئے اور اصل تعلیم میں بھی تحریف ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو مبعوث فرما دیا اور ایسا انتظام فرمایا کہ آپ کی ہدایت کے آثار نہ مٹ سکتے ہیں اور نہ محرّف ہو سکتے ہیں۔

اِن میں سے اکثر لوگ فیصلۂ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں، اسی لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔[۵] ہم نے اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جن سے وہ ٹھوڑیوں تک جکڑے گئے ہیں، اس لیے وہ سر اٹھائے کھڑے ہیں۔[۶] ہم نے ایک دیوار اُن کے آگے کھڑی کر دی ہے اور ایک دیوار اُن کے پیچھے۔ ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے، انہیں اب کچھ نہیں سوجھتا۔[۷] ان کے لیے یکساں ہے تم انہیں

---

[۵] یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مقابلے میں ضد اور ہٹ دھرمی سے کام رہے تھے اور جنہوں نے طے کر لیا تھا کہ آپ کی بات بہر حال مان کر نہیں دینی ہے۔ ان کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ فیصلۂ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اس لیے یہ ایمان نہیں لاتے" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نصیحت پر کان نہیں دھرتے اور خدا کی طرف سے پیغمبروں کے ذریعہ اتمام حجت ہو جانے پر بھی انکار اور حق دشمنی کی روش ہی اختیار کیے چلے جاتے ہیں ان پر خود ان کی اپنی شامتِ اعمال مسلط کر دی جاتی ہے اور پھر انہیں توفیقِ ایمان نصیب نہیں ہوتی۔ اسی مضمون کو آگے چل کر اس فقرے میں کھول دیا گیا ہے کہ "تم تو اسی شخص کو خبردار کر سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور بے دیکھے خدائے رحمان سے ڈرے"۔

[۶] اس آیت میں "طوق" سے مراد ان کی اپنی ہٹ دھرمی ہے جو ان کے لیے قبولِ حق میں مانع ہو رہی تھی۔ "ٹھوڑیوں تک جکڑے جانے" اور "سر اٹھائے کھڑے ہونے" سے مراد وہ گردن کی اکڑ ہے جو تکبر اور نخوت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ ہم نے ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کو ان کی گردن کا طوق بنا دیا ہے، اور جس کبر و نخوت میں یہ مبتلا ہیں اس کی وجہ سے ان کی گردنیں اس طرح اکڑ گئی ہیں کہ اب خواہ کوئی روشن سے روشن حقیقت بھی ان کے سامنے آجائے، یہ اس کی طرف التفات کر کے نہ دینگے۔

[۷] ایک دیوار آگے اور ایک پیچھے کھڑی کر دینے سے مراد یہ ہے کہ اسی ہٹ دھرمی اور استکبار کا فطری نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یہ لوگ نہ پچھلی تاریخ سے کوئی سبق لیتے ہیں، اور نہ مستقبل کے نتائج پر کبھی غور کرتے ہیں۔ ان کے تعصبات نے ان کو ہر طرف سے اس طرح ڈھانک لیا ہے اور ان کی غلط فہمیوں نے ان کی آنکھوں پر ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ انہیں وہ کھلے کھلے حقائق نظر نہیں آتے جو ہر سلیم الطبع اور بے تعصب انسان کو نظر آ رہے ہیں۔

خبردار کرو یا نہ کرو، یہ نہ مانیں گے۔[8] تم تو اُسی شخص کو خبردار کر سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور بے دیکھے خدائے رحمان سے ڈرے۔ جو شخص بھی ایسا ہو اسے مغفرت اور اجرِ کریم کی بشارت دے دو۔ ہم یقیناً ایک روز مُردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ جو کچھ افعال انہوں نے کیے ہیں وہ سب ہم لکھتے جا رہے ہیں، اور جو کچھ آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ بھی ہم ثبت کر
رہے ہیں۔[9] ہر چیز کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے ع ا ع

---

[8] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس حالت میں تبلیغ کرنا بے کار ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری تبلیغ عام ہر طرح کے انسانوں تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور کچھ دوسرے لوگ وہ ہیں جن کا ذکر آگے کی آیت میں آرہا ہے۔ پہلی قسم کے لوگوں سے جب سابقہ پیش آئے اور تم دیکھ لو کہ وہ انکار و استکبار اور عناد و مخالفت پر جمے ہوئے ہیں تو ان کے پیچھے نہ پڑو، مگر ان کی اس روش سے دل شکستہ و مایوس ہو کر اپنا کام چھوڑ بھی نہ بیٹھو، کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ اسی ہجوم خلق کے درمیان وہ خدا کے بندے کہاں ہیں جو نصیحت قبول کرنے والے اور خدا سے ڈر کر راہ راست پر آجانے والے ہیں۔ تمہاری تبلیغ کا اصل مقصود اسی دوسری قسم کے انسانوں کو تلاش کرنا اور انہیں چھانٹ چھانٹ کر نکال لینا ہے۔ ہٹ دھرموں کو چھوڑتے جاؤ، اور اس قیمتی متاع کو سمیٹتے چلے جاؤ۔

[9] اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا نامۂ اعمال تین قسم کے اندراجات پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی اچھا یا بُرا عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے۔ دوسرے، اپنے گرد و پیش کی اشیاء اور خود اپنے جسم کے اعضاء پر جو نقوش (IMPRESSIONS) بھی انسان مرتسم کرتا ہے وہ سب کے سب ثبت ہو جاتے ہیں، اور یہ سارے نقوش ایک وقت اس طرح ابھر آئیں گے کہ اس کی اپنی آواز سنی جائے گی، اس کے اپنے خیالات اور نیتوں اور ارادوں کی پوری داستان اس کی لوحِ ذہن پر لکھی نظر آئے گی، اور اس کے ایک ایک اچھے اور بُرے فعل اور اس کی تمام حرکات و سکنات کی تصویریں سامنے آجائیں گی۔ تیسرے، اپنے مرنے کے بعد اپنی آئندہ نسل پر، اپنے معاشرے پر اور پوری انسانیت

پر اپنے اچھے اور بُرے اعمال کے جو اثرات وہ چھوڑ گیا ہے وہ جس وقت تک اور جہاں جہاں تک کارفرما رہیں گے وہ سب اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔ اپنی اولاد کو جو بھی اچھی یا بُری تربیت اس نے دی ہے، اپنے معاشرے میں جو بھلائیاں یا برائیاں بھی اس نے پھیلائی ہیں، اور انسانیت کے حق میں جو پھول یا جو کانٹے بھی وہ بو گیا ہے ان سب کا پورا ریکارڈ اس وقت تک تیار کیا جاتا رہے گا جب تک اس کی لگائی ہوئی یہ فصل دنیا میں اپنے اچھے یا بُرے پھل لاتی رہے گی۔

تفہیم القرآن

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی شہرۂ آفاق تفسیرِ قرآن پاک

قدیم و جدید معلومات کا بیش بہا خزینہ۔ نہایت اہم اور قیمتی نقشوں اور ارض القرآن کی نایاب تصاویر سے مزیّن

جلد اول۔ سورۂ فاتحہ تا الانعام قسم اول ۲۵-۲۱ روپے قسم عام ۲۵-۱۶ روپے

جلد دوم۔ الاعراف تا بنی اسرائیل " " ۷۵-۲۲ " " ۲۵-۱۸ "

جلد سوم۔ کہف تا الروم " ۵۰-۲۷

مکتبہ تعمیر انسانیت

گوجرگلی۔ موچی دروازہ۔ لاہور

الجزائر میں اسلام کا مستقبل

[الجزائر میں ۱۸۳۰ء سے لے کر ۱۹۶۲ء تک آزادی کی راہ میں جس قدر خون بہایا گیا ہے وہ اسلام کے نام پر بہایا گیا ہے۔ مگر آزادی کے بعد اس بدنصیب ملک کو بھی وہی حادثہ پیش آیا ہے جو پاکستان، انڈونیشیا، تونس اور مراکش کو پیش آچکا ہے۔ حصولِ آزادی کے بعد وہاں جو گروہ برسرِ اقتدار آیا ہے اس کی اکثریت الجزائر میں اسلام کے غلبہ و فروغ کو دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بلکہ وہ اسے سیکولر اسٹیٹ میں تبدیل کرنے کے درپے ہے۔ الجزائر کے علماء کی جماعت جو وہاں کی با اثر عوامی جماعت ہے اور جس نے تاریک ترین ادوار میں الجزائر کے اندر جہاد کی روح پھونکی ہے اور اسلام کو اور عربی زبان کو زندہ رکھنے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس عنصر کا مقابلہ کرنے کے لیے بروقت میدان میں اتر آئی ہے۔ اور اس نے حکمرانوں کو صاف طور پر آگاہ کر دیا ہے کہ اگر اس ملک میں اسلام کو نظرانداز کر دیا گیا تو اسے نہ صرف الجزائری قوم کی توہین بلکہ انقلاب کے مقصد سے انحراف سمجھا جائے گا۔ علماء کے اس اعلان نے گویا الجزائر میں اسلامی انقلاب کے لیے اصل جدوجہد کا افتتاح کر دیا ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ الجزائر کا مجاہد مسلمان جو دنیا کی عظیم استعماری طاقت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو من مانی کارروائی کرنے کا زیادہ موقع نہیں دے گا جو اس کے دین و ایمان سے کھیلنے کی حماقت کر رہے ہیں۔

خ۔ ح]

الجزائری علماء کا مطالبۂ نظامِ اسلامی | لندن کا یہودی اخبار: جیوش ابزرور اپنی ۱۳؍ اگست ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں الجزائر کے نامہ نگار کے حوالے سے "اسلامی حکومت قائم ہو کر رہے گی" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"الجزائر کے مذہبی رہنماؤں نے مطالبہ کیا ہے کہ "جدید الجزائر میں اسلام اور عربی زبان کو بالا تری حاصل ہونی چاہیے" الجزائری علماء نے اپنے ایک بیان میں ان قوم پرست لیڈروں پر سخت تنقید کی ہے جو الجزائر کو ایک ماڈرن سوشلسٹ اسٹیٹ بنانے اور مذہب کو ریاست کے معاملات سے بے دخل کرنے کے درپے ہیں۔ علماء نے واضح کردیا ہے کہ اگر الجزائر میں اسلام کو ریاست کی بنیاد اور عربی زبان کو الجزائر کی سرکاری زبان قرار نہ دیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ الجزائری انقلاب نے نہ صرف ان لاکھوں شہداء کے ساتھ غداری کی ہے جو جنگ آزادی میں خون کی ہولی کھیل چکے ہیں بلکہ یہ انقلاب اپنے تاریخی مقصد میں بھی ناکام ہوگیا ہے"۔

معاہدۂ ایویان میں یہ صراحت ہے کہ الجزائر کا جو دستور بنایا جائے اُس میں مذہبی آزادی کی ضمانت دی جائے اور فرانسیسی اور عربی زبانوں کو ریاست کی سرکاری زبانیں قرار دیا جائے۔ دستور کا خاکہ مرتب کرنے کا کام جنرل کونسل کے سپرد کیا گیا تھا لیکن جنرل کونسل تدوینِ دستور کے سلسلہ میں متعدد مرتبہ اپنے اجلاس ملتوی کرچکی ہے۔ اور آخر کار یہ طے تھا کہ ۹ ستمبر ۱۹۶۲ء کو اس کا حتمی اجلاس ہوگا لیکن اس تاریخ کو بھی اجلاس منعقد نہ ہوسکا اور فوجی لیڈروں اور سیاسی رہنماؤں کے مابین مسلسل رسہ کشی کی وجہ سے غیر معین عرصہ کے لیے معرضِ التوا میں ڈال دیا گیا۔

لیکن الجزائر کے علماء نے، فرانسیسی تسلط کے خاتمہ کے بعد، اب پہلی مرتبہ اپنے ایک پبلک بیان میں کھل کر اعلان کردیا ہے کہ "صرف سیاسی آزادی اور اقتصادی ترقی ہی الجزائر کے انقلاب کا مقصد قرار نہیں دیے جاسکتے"۔ علماء کے بیان کے یہ الفاظ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں: ہر قوم (نظریات وعقائد کے لحاظ سے) اپنا جداگانہ تشخص رکھتی ہے۔ اگر یہ امتیاز ختم کردیا جائے تو تمام قومیں سمندر کی مچھلیاں بن کر رہ جائیں، اور الجزائری، فرانسیسی اور ہسپانوی سب ایک قوم قرار پائیں۔ اگر اس نقطۂ نظر کے مطابق ہم نے الجزائر کی تعمیرِ نو کا آغاز کیا تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ الجزائر ایک کھلی بین الاقوامی ریاست

میں تبدیل ہو جائے گا، لیکن ہم اس نظریے کے مخالف ہیں۔ ہم الجزائری ہیں۔ اور ایک مستقل قومی شخصیت کے حامل ہیں جس کا تانا بانا ہمارے مذہب: اسلام، ہماری زبان: عربی اور ہماری روایات اور ہماری تاریخ سے مرکب ہے۔ جو لوگ اسلام کو امور ریاست سے بے دخل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، علماء کے بیان نے ان کی کوششوں کو "انقلاب کی بنیادوں سے انحراف، امتِ مسلمہ کے اندر رہ کر اسلام پر حملہ، اور پوری الجزائری قوم کی توہین"۔۔۔ قرار دیا ہے۔

مغرب کی مسیحی صحافت کا جدید رجحان اسلام آج کل مغرب کی مسیحی صحافت کی نگاہ میں غیر معمولی دلچسپی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اسلام کی موجودہ بیداری اور مغرب عربی کی ریاستیں اور علی الخصوص الجزائر کے اسلامی مستقبل پر اس کی خصوصی نظریں جمی ہوئی ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ کلیسا نے جہادِ الجزائر کو وسیع الاثر اسلامی بیداری کا ایک مظہر قرار دیا ہے۔ خواہ یہ اثر اسلام کے فروغ کے امکانات کے حق میں ہو اور خواہ مسیحی سرگرمیوں کی عدم تک۔ مسیحی صحافت کی یہ دلچسپی اور الجزائری جہاد کے بارے میں کلیسا کی یہ رائے مسلم حلقوں کے لیے انتہائی قابلِ غور ہے۔ اور اس امر پر یقین کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ مغربی سامراج مسلمان ممالک میں صرف اقتصادی اغراض لے کر نہیں داخل ہوا بلکہ تبلیغی مقاصد و نظریات کے تحت آیا ہے۔ چنانچہ ہم فرانس کے مسیحی مشنریوں کو قضیۂ الجزائر کے بارے میں عیسائیوں کے موقف کے متعلق طرح طرح کی معنی خیز پیشگوئیاں کرتے ہوئے دیکھ چکے ہیں۔ ان میں سے زیرک اور دور اندیش گروہ کی رائے یہ تھی کہ الجزائر کی جنگ کے بعد پیدا ہونے والے دور اس نتائج کے پیش نظر مسلمانوں کے ساتھ عداوت کے اظہار میں احتیاط برتی جائے کیونکہ یہ نتائج مزید تلخ ہو جائیں گے اگر عیسائیوں نے مذہبی بنیادوں پر مسلمانوں کے خلاف موقف اختیار کیا۔ اب جبکہ الجزائر کی سرزمین سے استعماری نفوذ زائل ہو چکا ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ مغرب الجزائر کی جنگ کو اسلامی جہاد سمجھ کر وہاں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے مقابلے میں ایک طرف فروغِ مسیحیت کے مستقبل پر خاص توجہ صرف کر رہا ہے اور دوسری طرف وہاں اپنے اقتصادی تحفظات کا اہتمام کر رہا ہے۔

اپنے مذکورہ قیاسات کی صحت پر ہم بطور نمونہ چند اخبارات کے اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ تاکہ الجزائر کے مسلمان حقیقتِ حال سے باخبر ہوں اور اپنے وجود کے تحفظ کے لیے اپنے دینی وسائل کو بروئے کار لائیں۔ یہ بات ناقابلِ تردید ہے کہ مسلمانوں کے وجود کا تحفظ و بقا اور باعزت طور پر اپنے حقوق کا حصول صرف اسلام کی بدولت ہو سکتا ہے اور ان کا مستقبل صرف اسلام کی پیروی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ سے وابستہ ہے۔

مسلمانوں سے بہتر تعلقات استوار کرنے کی اسکیم سوئٹزرلینڈ کا ایک اخبار "جنیوا ٹریبون" ۷ جولائی ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں بزیرِ عنوان "کیتھولک مسلمانوں کو مسجدیں واپس کر دیں" لکھتا ہے:

"الجزائر کی آزادی کے بعد پہلی مرتبہ جمعہ کے روز دارالحکومت الجزائر کے گرجا میں ہنگامہ برپا ہوا۔ سینکڑوں مسلمان گرجا کے ہال میں گھس گئے۔ ایک امام صاحب منبر پر چڑھ گئے اور انہوں نے حاضرین کو اکسایا کہ وہ اس گرجا کی واپسی کا مطالبہ کریں کیونکہ یہ پہلے مسلمانوں کی مسجد تھا۔"

اس مقالے کے آخری الفاظ یہ ہیں:

"آزاد الجزائر میں کیتھولک چرچ اور اسلام کے مابین اسبابِ نزاع کی کمی نہیں ہے خاص طور پر یہ صورت ان مساجد کے بارے میں نمایاں طور پر سامنے آتی ہے جو مسلمانوں سے چھین کر گرجوں میں تبدیل کی گئی ہیں جس کی ایک مثال قسطنطنیہ کا گرجا ہے۔ فرانس کے کثیر الاشاعت کیتھولک میگزین "انٹرنیشنل کیتھولک انفرمیشنز" کے ایک کالم نویس نے حال ہی میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ الجزائر کے ان مذہبی مقامات کی، جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان مابہ النزاع ہیں، دینی حیثیت ختم کر کے انہیں میوزیم میں تبدیل کر دیا جائے لیکن اس تجویز کو کوئی شخص مذہبی رواداری پر محمول نہیں کر سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ ناحق طور پر جو عمارتیں مسلمانوں سے چھینی گئی ہیں انہیں واگذار کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں یہاں ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آجکل یہ افواہ عام گشت کر رہی ہے کہ آزاد الجزائر، ویٹیکن کے ساتھ معاہدہ کرنے والا ہے۔ یہ بات بظاہر قابلِ امکان ہے۔ لیکن اس سے الجزائر کے راہنما

اور ویٹیکن کی مذہبی کونسل کے ارکان کی نیشنلٹی کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ اور اس امر کا کوئی یقین نہیں ہے کہ یہ تمام افراد الجزائری نیشنلٹی کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔"

صلیبی جنگ کے خاتمہ کا معنی خیز اعلان پیرس کے مشہور اخبار "ٹریبون آف نیشنز" (TRIBUNE dES NATIONS) نے حال ہی میں ایک طویل مقالہ سپردِ قلم کیا ہے جس کا عنوان ہے: "کیا صلیبی جنگیں ختم ہو گئی ہیں؟" - اس مقالے میں وہ لکھتا ہے: "آٹھ صدیاں گزرنے کے بعد لازم ہو گیا تھا کہ بحرابیض بھی دائرۂ امن میں داخل ہو۔ چنانچہ اب اسلام اور یورپ کی ملی بھگت بحرابیض میں امن کے قیام پر مہر تصدیق ثبت کرے گی"

مسلمانوں سے اتحاد کے نئے رشتوں کی تلاش یہ اخبار بحرابیض کی مسلمان قوموں کی مرکزی حیثیت کا ذکر کرنے، مسلمانوں کی سیاسی اور جغرافی وحدت پر دادِ تحسین دینے اور عالمی ثقافت میں مسلمانوں کے اہم کردار کا اعتراف کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ قضیہ الجزائر کے حل کو پورے مشرق عربی میں بڑی مسرتوں اور شادمانیوں کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا ہے۔ اخبار نے اس سلسلہ میں اُن بیانات کا ذکر بھی کیا ہے جو مشرق عربی کے بعض نمایاں رہنماؤں کی طرف سے فرانس کے موقف پر اظہار پسندیدگی کے بارے میں دیئے گئے ہیں۔ آگے چل کر یہ اخبار لکھتا ہے کہ یہاں کچھ اور وجوہ بھی ہیں، جو سیاسی خیرسگالی سے زیادہ اہم اور عمیق ہیں اور مشرق کے عربی ممالک کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ فرانس کی طرف اہتمام کے ساتھ متوجہ ہوں من جملہ اُن اسباب کے یہ بھی ہیں:

"مشرق کے عربی ممالک نے اپنے مقاصد و نظریات سے مطابقت رکھنے والی داخلی اور خارجی سیاست کی مسلسل تلاش کی ہے۔ اس کوشش و جستجو میں ان ممالک کو مشرقی بلاک اور امریکی بلاک دونوں کے بارے میں مفید تجربات حاصل ہوتے ہیں، لیکن یہ ممالک ابھی تک اپنے مسائل کے موزوں حل کا سراغ نہیں پا سکے۔ سرمایہ دارانہ حل ہو یا مارکسی حل دونوں ان کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ دونوں حل اگرچہ بظاہر متضاد ہیں لیکن اس نقطے پر یہ دونوں آ کر مل جاتے ہیں کہ یہ شہری آبادیوں اور عام مزدوروں کے مسائل کو پیش نظر رکھ کر وضع کیے گئے ہیں جب کہ دنیائے عرب کاشتکاروں اور دیہی آبادیوں پر مشتمل ہے۔ اس لیے

دونوں بلاکوں کا کوئی حل بھی دنیائے عرب کے مناسبِ حال نہیں ہے۔ فرانس کو بھی اپنی داخلی اور خارجی زندگی میں امریکی بلاک اور مارکسی بلاک کے درمیان استقرار نصیب نہیں ہے۔ کیونکہ فرانس بھی زرعی ملک ہے اور دنیائے عرب کی طرح اُسے بھی مناسبِ حال حل کی تلاش ہے۔ معاہدۂ ایویان فرانس کو اس تیسرے بلاک (یعنی زرعی بلاک) میں داخل کر دے گا۔ کیونکہ آج کے بعد فرانسیسی باشندے اور مزدور ہی الجزائر کے حقیقی سوشل انقلاب کی مالی پشت پناہی کریں گے۔ اس سے خود فرانس کے موجودہ قوانین بھی لامحالہ متاثر ہوں گے گویا الجزائر کے آئندہ حالات فرانس کے مستقبل کی تعمیر میں نمایاں حصہ لیں گے۔ اور چونکہ الجزائر وسیع تر عربی جسم (یعنی عرب ممالک) کا ایک عضو ہے لہٰذا ناگزیر طور پر فرانس کا تعلق بحر ابیض کے قریبی عرب ممالک کے ساتھ بھی استوار ہو جائے گا۔ اور ان ممالک کو فرانس کے تجربات سے استفادہ کرنے کا موقع ملے گا جو انہیں ایک ایسے دستوری نظام کو اختیار کرنے پر تیار کریں گے جو تمام قدیم اور آزمودہ حلوں سے بڑھ کر ہوگا۔ . . . اور طبعی طور پر فرانس اور اسرائیل کے مستحکم تعلقات بھی قریب قریب ختم ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان تعلقات کا مستقبل روشن نہیں ہے۔ اسرائیل موجودہ پوزیشن میں مشرق اوسط کا ایک معطل عضو ہے اور تاریخ کا قاضی ایسے عضو کو مسترد کر دینے کا فیصلہ دیتا ہے۔ تل ابیب کی یہ سخت غلطی ہے کہ وہ اپنی ناکامی کی ذمہ داری رہنما کونسل کی کسی شخصیت پر ڈالتا ہے

خونریز صلیبی جنگ کے بعد پُرامن جنگ کا آغاز مقالہ نگار اپنا مقالہ ان الفاظ پر ختم کرتا ہے:

صلیبی جنگوں کا خاتمہ اب ایک تھکے ہوئے لشکر کو سستانے پر مجبور کرے گا۔ اور ان دانشوروں سے گوشۂ عافیت میں پناہ لینے کا مطالبہ کرے گا جو پرانی ڈگر پر اخلاقیات کا درس دیتے رہے ہیں۔ اور جن کی اکثریت اسلام کو ایک خیالی مذہب سمجھتی رہی ہے۔ لیکن جو لوگ ناگہانی حالات کا سامنا کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور مسائل کا جائزہ گزشتہ صدی کی عینک سے لینے کے بجائے بیسویں صدی کی روشنی میں لینے کی اہمیت